اسلام کے قانون جنگ میں انسانیت کا مفاد و نقصان: ایک حقیقت پسندانہ جائزہ

Human Interests and Losses in the Islamic Law of Warfare: A Realistic Review

Dr. Muhammad Umar Farooq
Post-Doctorate Fellow, IRI, IIU, Islamabad, Pakistan /
Assistant Professor, Al-Qadir University Project Trust, Sohawa, Jhelum
Email: mufarooq111@gmail.com

ISSN (P):2708-6577
ISSN (E):2709-6157

Abstract
Understanding global philosophies of peace and war necessitates reflection on two fundamental aspects of human nature. First, humans are innately inclined toward peace, as their essential needs, life goals, and the very structure of the universe favor coexistence and harmony. War, by contrast, obstructs these aims and contradicts the natural human disposition.
Second, human nature also contains a potential for evil, influenced further by external forces such as Satan. This inclination fuels greed, power struggles, and injustice, often compelling others to defend themselves, making war a necessity in specific contexts. Thus, warfare, though undesirable, becomes a justified response under the law of necessity.
The paper examines how different civilizations and legal traditions have responded to these realities—whether they upheld war as a last resort or normalized it as a tool of power. It investigates whether a given philosophy seeks lasting peace or merely postpones future conflict. Through this lens, the study aims to identify the war doctrines that truly serve humanity's moral and collective interests

Key Words: *War Ethics, Human Nature, Law of Necessity, Just War Theory, Conflict and Civilization, Islamic Perspective on War*

تعارفِ موضوع:

دنیا کے فلسفہ امن و جنگ کو جاننے سے پہلے دو فطری اصولوں پر نگاہ ڈالنا ضروری محسوس ہوتا ہے۔ پہلا یہ کہ انسان اگر اپنی فطری ضروریات کو دیکھے، اپنے مقاصدِ زندگی پر نظر ڈالے، نیز اس بات کے پیش نظر کہ یہ نعمتوں سے لدی کائنات انسان کی خدمت کے لیے بنائی گئی ہے، ان تمام پہلوؤں سے انسان فطرتاً امن کے ماحول میں رہنا چاہتا ہے۔ اس کی طبیعت، مزاج اور ضروریات زندگی اسے جنگ کی طرف کبھی نہیں لے جاتیں، کیونکہ جنگ اور بے امنی ان تمام مقاصد کے راستے میں رکاوٹ بنتی ہے۔ بنابریں امن انسان کی اصل منزل اور اس کا اولین انتخاب ہے۔ دوسرا فطری اصول یہ ہے کہ انسان کی فطرت میں خیر کے ساتھ ساتھ شر کا مادہ بھی رکھا گیا ہے، نیز شیطان ایک خارجی عنصر کے طور پر بھی اسے آمادہ شر رکھنے کا سبب بنتا ہے، یہ شر کا مادہ اسے اپنے حق سے زیادہ لینے کی طرف راغب کرتا ہے، اسے جاہ و منصب اور زن، زر، زمین کے لیے برسرپیکار ہونے کی تحریک دیتا اور ظلم و ستم پر آمادہ کرتا ہے، ایسی صورت میں دیگر انسانوں کو اپنے دفاع کی

ضرورت لازماً پڑتی ہے اور جنگ ناگزیر ہو جاتی ہے، لہذا جنگ کا وجود قانون ضرورت (law of necessity) کے تحت ہے اور خاص حالات وواقعات کے لیے اس کا دروازہ کھلا رکھے بنا چارہ نہیں۔ انہی دو اصولوں کو سامنے رکھ کر آئین جنگ کا فیصلہ کیا جائے گا کہ کون سا قانون جنگ امن و سلامتی کو یقینی بنانے پر یقین رکھتا ہے اور کون سے طرز سے دنیا جنگ کے شعلوں میں جا پڑتی ہے۔ کس تہذیب کی تاریخ نے جنگ کو قانون ضرورت کے تحت روا رکھا اور کس نے جنگ کو ہی اپنا ذریعہ معاش بنایا۔ اسی قیل و قال کے درمیان سے وہ قولِ فیصل بر آمد ہو گا جو اس تحقیق کا موضوع ہے۔ اب تک جنگی تاریخ کو سامنے رکھ کر یہ جائزہ لیا جائے گا کہ کون سا دستورِ ضرب و حرب انسانیت کے مفاد میں ہے اور کون سا اس کے لیے سراسر نقصان دہ ہے۔

جنگ کے دو مختلف مفہوم:

سب سے پہلے جنگ کے مفہوم پر غور کرنا ضروری ہے۔ عربی زبان میں جنگ کے لیے لفظ حرب استعمال ہوتا ہے۔ اسی کا ترجمہ انگریزی میں War سے کیا جاتا ہے۔ المعجم الوسیط کے مطابق: حرب تباہی و بربادی کے معنی میں آتا ہے۔[1] چونکہ لغوی معنی کسی چیز کی حقیقت کو واضح کرتا ہے، لہذا حرب بھی ایسی جنگ کا نام ہو گا، جس میں تباہی و بربادی کا تاثر غالب ہو اور جس کا مقصد بھی ہر حال میں اپنا غلبہ ہو، خواہ اس کی وجہ سے فریق مخالف کا کتنا ہی نقصان کیوں نہ ہو جائے۔ ہم اسلامی قانون میں غور کرتے ہیں تو جنگ کے لیے اس سے بہت مختلف اور اعلی تعبیر ہمیں ملتی ہے۔ اسلام میں جہاد ایک عبادت نام ہے، جسے ہر عبادت کی طرح کچھ حدود و قیود اور اصول و آداب موجود ہیں۔

اس کی ذرا تفصیل یہ ہے کہ جہاد دراصل " جَاهَدَ، جِهادًا، مُجاهَدَةً" سے ماخوذ ہے، "جَاهَدَ" کا فاعل " مُجاهِد" آتا ہے، یعنی دشمن کو مارنے اور دیگر کاموں میں حد درجہ کوشش کرنے والا، جیسا کہ کہا جاتا ہے: "جَهَدَهُ المَرَضُ "یعنی بیماری نے اس پر شدت اختیار کی، اور " أَجْهَدَهُ"یعنی اس پر مشقت کی انتہا ہو گئی۔ "الجَهد" (بفتح الجیم) کا مطلب مشقت ہے، اور "الجُهد" (بضم الجیم) کا مطلب ہے طاقت۔ نیز یہ بھی کہا گیا ہے کہ ان دونوں میں ضم اور فتح دونوں استعمال کیے جاسکتے ہیں۔[2] جَاهَد العدو مُجاهَدَة وجهادا: دشمن سے لڑنا[3] لغت میں جہاد "کوشش کرنے اور مشقت اٹھانے" کو کہتے ہیں۔ دوسری جانب اصطلاحی طور پر جہاد کا مفہوم ہے کہ دین کی حفاظت اور اللہ تعالیٰ کے کلمہ کو بلند کرنے کے لیے کفار سے لڑنے میں اپنی پوری طاقت استعمال کر گذرنا۔[4] اس سے اندازہ ہوا کہ اسلامی جہاد اپنی لغوی و اصطلاحی توضیح کے مطابق دنیا بھر کے قوانین جنگ سے مختلف مفہوم اور جداگانہ تعقل رکھتا ہے۔

اسلامی قانون جنگ بحیثیت ایک عبادت:

چونکہ اسلام اپنے قانون جنگ کو ایک عبادت سے تعبیر کرتا ہے، اس لیے اس نے اس کے لیے اس لیے قرآن وسنہ میں جابجا اس کی رہنمائی، ہدایات، آداب، فضائل اور حدود و قیود ذکر کیے گئے ہیں۔ اس پہلو کو اجاگر کرتے ہوئے کہ جہاد کوئی سرپھروں کا کھیل نہیں نہ ہی چند انسان مل کر اپنے مخصوص مفادات کے حصول کے لیے خود سے کوئی لائحہ عمل وضع کر سکتے ہیں، قرآن وسنہ میں ہمیں جہاد کی اقسام کا تذکرہ ملتا ہے۔ یہ اقسام انسانی زندگی کے ساتھ جہاد کے تعلق کی نوعیت کو واضح کرتی ہیں۔

1) **جہاد بالنفس:** یعنی انسان اپنے نفس کے خلاف اس طرح جہاد کرے کہ اگر نفس طاعات میں سستی و غفلت کا شکار ہونے لگے تو بندہ نفس کے خلاف کوشش کر کے اللہ کے احکامات کی پیروی کرتا رہے۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: وَالَّذِيْنَ جَاهَدُوْا فِيْنَا لَنَهْدِيَنَّهُمْ

سُبُلَنَا ۚ وَاِنَّ اللّٰہَ لَمَعَ الْمُحْسِنِیْنَ[5] "اور جن لوگوں نے ہماری خاطر کوشش کی ہے، ہم انہیں ضرور باضرور اپنے راستوں پر پہنچائیں گے، اور یقیناً اللہ نیکی کرنے والوں کے ساتھ ہے۔"

آیت مبارکہ کا پیغام یہ ہے کہ جو لوگ اللہ تعالیٰ کے دین پر خود چلنے اور دوسروں کو چلانے کی کوشش کرتے ہیں۔ جب تک انسان اس راستے میں کوشش جاری رکھے، اور مایوس ہو کر نہ بیٹھ جائے، اللہ تعالیٰ کا وعدہ ہے کہ وہ اس کی مدد فرما کر ضرور منزل تک پہنچا دیں گے۔ لہذا راستے کی مشکلات سے ہار مان کر بیٹھنے کے بجائے نئے عزم و ہمت کے ساتھ یہ کوشش ہمیشہ جاری رہنی چاہیے۔[6]

2) **جہاد بالمال:** قرآن مجید میں اللہ رب العزت نے جان کے جہاد کے ساتھ مال کے جہاد کا بھی ذکر فرمایا ہے: تُؤْمِنُوْنَ بِاللّٰہِ وَرَسُوْلِهٖ وَتُجَاهِدُوْنَ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ بِاَمْوَالِكُمْ وَاَنْفُسِكُمْ ذٰلِكُمْ خَيْرٌ لَّكُمْ اِنْ كُنْتُمْ تَعْلَمُوْنَ[7] "تم اللہ اور اس کے رسول پر ایمان لاؤ، اور اپنے مال و دولت اور اپنی جانوں سے اس کے راستے میں جہاد کرو۔ یہ تمہارے لئے بہترین بات ہے، اگر تم سمجھو۔"

3) **جہاد بالسیف:** یہ وہ جہاد ہے جس میں مسلمان مسلح ہو کر اپنی جان ہتھیلی پہ لیے میدان میں نکلتا ہے اور توحید کا پرچم بلند کرنے کے لیے کفر کے مقابلے میں کھڑا ہو جاتا ہے۔ ارشادِ باری تعالیٰ ہے: وَقَاتِلُوا فِي سَبِيلِ اللّٰهِ الَّذِينَ يُقَاتِلُونَكُمْ وَلَا تَعْتَدُوا إِنَّ اللّٰهَ لَا يُحِبُّ الْمُعْتَدِينَ[8] "اور اُن لوگوں سے اللہ کے راستے میں جنگ کرو جو تم سے جنگ کرتے ہیں، اور زیادتی نہ کرو۔ یقین جانو کہ اللہ زیادتی کرنے والوں کو پسند نہیں کرتا۔" دوسری جگہ حکم قرآنی ہے: لَا یَسْتَوِی الْقٰعِدُوْنَ مِنَ الْمُؤْمِنِیْنَ غَیْرُ اُولِی الضَّرَرِ وَ الْمُجٰهِدُوْنَ فِیْ سَبِیْلِ اللّٰهِ بِاَمْوَالِهِمْ وَ اَنْفُسِهِمْ۔ فَضَّلَ اللّٰهُ الْمُجٰهِدِیْنَ بِاَمْوَالِهِمْ وَ اَنْفُسِهِمْ عَلَى الْقٰعِدِیْنَ دَرَجَةً، وَ كُلًّا وَّعَدَ اللّٰهُ الْحُسْنٰى، وَ فَضَّلَ اللّٰهُ الْمُجٰهِدِیْنَ عَلَى الْقٰعِدِیْنَ اَجْرًا عَظِیْمًا[9] "جن مسلمانوں کو کوئی معذوری لاحق نہ ہو اور وہ (جہاد میں جانے کے بجائے گھر میں) بیٹھ رہیں وہ اللہ کے راستے میں اپنے مال و جان سے جہاد کرنے والوں کے برابر نہیں ہیں۔ جو لوگ اپنے مال و جان سے جہاد کرتے ہیں ان کو اللہ نے بیٹھ رہنے والوں پر درجے میں فضیلت دی ہے۔"

اقسام جہاد کے تناظر میں حاصل کلام یہ ہے کہ جہاد کا مطلب اپنی ساری جسمانی، ذہنی، مالی اور جانی صلاحیتوں کو اللہ تعالیٰ کی رضامندی کے حصول کے لیے امورِ خیر میں وقف کر دینا۔ یعنی بندہ اپنی ظاہری اور باطنی صلاحیتیں اور اپنی تمام تر قابلیت حق کی بلندی جیسے مقاصد کو حاصل کرنے کے لیے اللہ تعالی کے راستے میں خرچ کر دیتا ہے، اسی کو جہاد کہتے ہیں۔ اسی جامع مفہوم کے ساتھ جہاد عبادت کی شان رکھتا ہے۔

مذکورہ بالا توضیح سے جہاد کے بارے میں مستشرقین کی جانب سے پھیلائی گئی یہ غلط فہمی بھی دور ہو جاتی ہے کہ اسلامی جہاد "جنگ و جدال" کا نام ہے جبکہ "جنگ و جدال" کے مقابلے میں عربی زبان میں لفظ "حرب" استعمال ہوتا ہے، جس کے معنی تباہی اور بربادی کے آتے ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ قرآن مجید نے کہیں پر بھی اسلام کے نظریہ جنگ کو واضح کرنے کے لیے حرب کا لفظ استعمال نہیں کیا۔ یہ بات توجہ کے قابل ہے کہ اسلام، جس کا نام ہی امن و عافیت کے مفہوم سے کشید ہے وہ کس طرح خون اور فساد کے بگاڑ کی دعوت دے سکتا ہے! دین، دنیا میں اسی لیے آیا ہے کہ اگر کسی قسم کا ظلم و فساد اللہ کی زمین پر برپا ہو، جنگ کی صورت میں یا تعصب و تعدی کے نتیجے میں تو اسلام اول تو مصلحت سے وگرنہ جہاد کے ذریعے امن و امان قائم کر کے عدل و مساوات کی فضا پیدا کرے اور انسانوں کو ان کے تمام تر حقوق فراہم کرے۔

حکم جہاد کے حدود و قیود:

اوپر کی تفصیل نے واضح کیا کہ جہاد ایک مہتم بالشان عبادت اور فریضہ خداوندی ہے، جو فی زمانہ پھیلائے گئے ہر قسم کے پروپیگنڈوں سے بالاتر ہے، چنانچہ اس بحث کا لازمی عنصر یہ ہے کہ اس کے آداب و شرائط اور مقاصد کا بھی ذکر کیا جائے، تاکہ مذکورہ حقیت مزید مبرہن ہو سکے۔

الف-آیات مبارکہ کی رہنمائی:

1۔ جب مسلمانوں کی جان، مال اور آبرو خطرے سے دوچار ہو جائے تو اسلام کفر و باطل کے مقابلے میں اپنا دفاع کرنے کا حکم دیتا ہے۔ اللہ رب العزت فرماتے ہیں: اُذِنَ لِلَّذِيْنَ يُقٰتَلُوْنَ بِاَنَّهُمْ ظُلِمُوْا ۚ وَاِنَّ اللّٰهَ عَلٰى نَصْرِهِمْ لَقَدِيْرُ[10] "جن لوگوں سے جنگ کی جارہی ہے، انہیں اجازت دی جاتی ہے (کہ وہ اپنے دفاع میں لڑیں) کیونکہ ان پر ظلم کیا گیا ہے، اور یقین رکھو کہ اللہ ان کو فتح دلانے پر پوری طرح قادر ہے۔" مکہ مکرمہ کی 13 سالہ زندگی میں صبر اور ضبط کی مسلسل تلقین کے بعد یہ پہلی آیت نازل ہوئی تھی جس میں مسلمانوں کو کافروں کے خلاف تلوار اٹھانے کی اجازت دی گئی تھی۔[11]

2۔ جب مسلمان کسی جگہ ظلم کا شکار ہو رہے ہوں تو حکمرانوں کو اسلام حکم دیتا ہے کہ وہ اپنے مسلمان بہن بھائیوں کو ظلم سے آزاد کرنے لیے کفار کے بالمقابل جا کھڑے ہوں۔ اللہ رب العزت فرماتے ہیں: وَمَا لَكُمْ لَا تُقَاتِلُوْنَ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ وَالْمُسْتَضْعَفِيْنَ مِنَ الرِّجَالِ وَالنِّسَآءِ وَالْوِلْدَانِ الَّذِيْنَ يَقُوْلُوْنَ رَبَّنَآ اَخْرِجْنَا مِنْ هٰذِهِ الْقَرْيَةِ الظَّالِمِ اَهْلُهَاۚ وَاجْعَل لَّنَا مِنْ لَّدُنْكَ وَلِيًّا وَّاجْعَل لَّنَا مِنْ لَّدُنْكَ نَصِيْرًا[12] "اور (اے مسلمانو!) تمہارے پاس کیا جواز ہے کہ اللہ کے راستے میں اور اُن بے بس مردوں، عورتوں اور بچوں کی خاطر نہ لڑو جو یہ دُعا کر رہے ہیں کہ "اے ہمارے پروردگار! ہمیں اِس بستی سے نکال لائیے جس کے باشندے ظلم توڑ رہے ہیں، اور ہمارے لئے اپنی طرف سے کوئی حامی پیدا کر دیجئے، اور ہمارے لئے اپنی طرف سے کوئی مددگار کھڑا کر دیجیے۔" اسی ظلم و تعدی کا خاتمہ کر کے اللہ کی زمین پر امن کا بول بالا کیا جا سکتا ہے۔

3۔ مشروعیت جہاد کا ایک مقصد مسلمانوں کی عبادت گاہوں کی حفاظت بھی سامنے آتا ہے۔ اللہ رب العزت فرماتے ہیں: اۨلَّذِيْنَ اُخْرِجُوْا مِنْ دِيَارِهِمْ بِغَيْرِ حَقٍّ اِلَّآ اَنْ يَّقُوْلُوْا رَبُّنَا اللّٰهُ ۗ وَلَوْلَا دَفْعُ اللّٰهِ النَّاسَ بَعْضَهُمْ بِبَعْضٍ لَّهُدِّمَتْ صَوَامِعُ وَبِيَعٌ وَّصَلَوٰتٌ وَّمَسٰجِدُ يُذْكَرُ فِيْهَا اسْمُ اللّٰهِ كَثِيْرًا ۗ وَلَيَنْصُرَنَّ اللّٰهُ مَنْ يَّنْصُرُهٗ ۗ اِنَّ اللّٰهَ لَقَوِيٌّ عَزِيْزٌ[13] "یہ لوگ ہیں جنہیں صرف اتنی بات پر اپنے گھروں سے ناحق نکالا گیا ہے کہ انہوں نے یہ کہا تھا کہ ہمارا پروردگار اللہ ہے۔ اور اگر اللہ لوگوں کے ایک گروہ (کے شر) کو دوسرے کے ذریعے دفع نہ کرتا رہتا تو خانقاہیں اور کلیسا اور عبادت گاہیں اور مسجدیں جن میں اللہ کا کثرت سے ذکر کیا جاتا ہے، سب مسمار کر دی جاتیں۔ اور اللہ ضرور ان لوگوں کی مدد کرے گا جو اس (کے دین) کی مدد کریں گے۔ بلاشبہ اللہ بڑی قوت والا، بڑے اقتدار والا ہے۔"

4۔ جہاد کا ایک بنیادی مقصد یہ بھی واضح ہوتا ہے معاشرے میں ہر طرح امن و امان قائم رہے اور کفار مسلمانوں کا جذبہ جہاد دیکھتے ہوئے کسی بھی قسم کی بغاوت و بدامنی پھیلانے سے ڈریں، چنانچہ اللہ رب العزت ارشاد فرماتے ہیں: اِنَّ اللّٰهَ اشْتَرٰى مِنَ الْمُؤْمِنِيْنَ اَنْفُسَهُمْ وَاَمْوَالَهُمْ بِاَنَّ لَهُمُ الْجَنَّةَ ۚ يُقَاتِلُوْنَ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ فَيَقْتُلُوْنَ وَيُقْتَلُوْنَ[14] واقعہ یہ ہے کہ اللہ نے مومنوں سے اُن کی جانیں اور اُن کے مال اس بات کے بدلے خرید لیے ہیں کہ جنت اُنہی کے لیے ہے۔ وہ اللہ کے راستے میں جنگ کرتے ہیں، جس کے نتیجے میں مارتے بھی ہیں، اور مرتے بھی ہیں۔

ب-احادیث طیبہ کی روشنی:

1۔ حضرت ابو موسی اشعری رضی اللہ تعالی عنہ سے روایت ہے کہ ایک شخص رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں آیا اور عرض کرنے لگا: اے اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم! ایک شخص اس لیے جہاد کرتا ہے کہ مال غنیمت حاصل کرے، دوسرا شخص نام ونمود کے لیے جہاد کرتا ہے اور تیسرا شخص اپنی شجاعت دکھانے کے لیے جہاد کرتا ہے، تو ان میں سے کون سا جہاد اللہ کے راستے میں ہے؟ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جو شخص اس لیے لڑتا ہے کہ اللہ کا کلمہ بلند ہو جائے وہی اللہ کے راستے میں ہے۔[15] معلوم ہوا کہ جہاد کا مقصد اعلائے کلمۃ اللہ ہے۔

2۔ حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ تعالی عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: مومن مومن کا بھائی ہے نہ تو وہ اس پر ظلم کرتا ہے اور نہ ہی اسے بے یار و مددگار چھوڑتا ہے۔[16] اگرچہ یہ حدیث عمومی طور پر بھائی چارے کی اہمیت بیان کرتی ہے لیکن اس سے یہ مفہوم بھی اخذ ہوتا ہے کہ ظلم کے خلاف مظلوم کی مدد کرنا اسلام کا بنیادی فریضہ ہے۔

3۔ اسلام میں جنگ وجہاد کا قانون کا ایک حسین اور خوبصورت پہلو یہ بھی ہے کہ اسلام نے دوران جنگ بے قصور، نہتے اور کمزور لوگوں کے قتل کی سختی سے ممانعت فرمائی ہے۔ جن لوگوں نے جنگ میں حصہ لیا یا جنہوں نے مشوروں اور خدمات کے ذریعے جنگ کرنے والوں کو مدد فراہم کی، یہی لوگ قتل کے حق دار ہوتے ہیں، جبکہ بچے، عورتیں اور بوڑھے لوگوں سے تعرض نہیں کیا جاتا۔

چنانچہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجاہدین کو رخصت کرتے ہوئے فرمایا تھا: ولا تقتلوا شيخا فانيا ولا طفلا ولا صغيرا ولا امراة ولا تغلوا وضموا غنائمكم واصلحوا واحسنوا إن الله يحب المحسنين[17] "بوڑھوں کو جو مرنے والے ہوں نہ مارنا، نہ بچوں کو، نہ چھوٹے لڑکوں کو، اور نہ ہی عورتوں کو، اور غنیمت میں خیانت نہ کرنا، اور غنیمت کے مال کو اکٹھا کر لینا، صلح کرنا اور نیکی کرنا، اللہ نیکی کرنے والوں کو پسند فرماتا ہے۔"

اسلام تو ایسا خوبصورت مذہب ہے کہ جنگ کے لیے نکلنے والوں میں بھی ایسے امن پسندی کے بیج بوتا ہے۔ جنگ کے دوران بے قصور لوگوں کو قتل کرنا تو درکنار اسلام نے سرسبز وشاداب کھیتوں اور پھلدار درختوں اور باغات کو بھی نقصان پہنچانے کی ممانعت فرمائی ہے۔

اسلامی جنگوں کی تاریخ پر ایک نظر:

اسلامی جنگوں کی تاریخ اٹھا کر دیکھیں تو انصاف، امن اور انسانی حقوق کے قیام کی وہ عظیم مثالیں ملتی ہیں جو اس سے پہلے کبھی نہیں دیکھی گئیں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور خلفائے راشدین کے دور کی جنگیں اس کا مثالی نمونہ ہیں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی قیادت میں ہونے والے غزوات کا اور جنگوں کا جائزہ لیا جائے، وہ یا تو دفاع کے لیے تھیں یا عدل وانصاف کے قیام کے لیے تھیں:

أ. جنگ بدر مسلمانوں کے خلاف کفار مکہ کے مسلسل ظلم وستم، حملہ کرنے اور مال واسباب چھیننے جیسے واقعات کی بنا پر واقع ہوئی۔ إِن تَسْتَفْتِحُوا فَقَدْ جَاءَكُمُ الْفَتْحُ[18] تم فتح مانگتے تھے تو فتح تمہارے پاس آگئی۔

ب. غزوہ احد بھی کفارِ مکہ کے حملہ کی وجہ سے واقع ہوئی تھی، مسلمانوں نے اس میں دفاعی کردار ادا کیا تھا۔

ج. صلح حدیبیہ سے ہمیں پتہ چلتا ہے کہ اگر امن کا موقع موجود ہو تو اسے جنگ پر ترجیح دینی چاہیے۔ اسی سے یہ بھی واضح ہو جاتا ہے اسلام نے حتی الامکان مصلحت پسندی پر زور دیا ہے۔ جب کوئی صورت نہ بنے تو بھرپور شجاعت کے ساتھ باطل قوتوں کے بالمقابل کھڑے ہونا ہے۔

د. خلفائے راشدین کے دور میں ہونے والی جنگیں، جیسے مرتدین کے خلاف جنگ، فارس اور روم کے ساتھ جنگیں، یہ سب اسلام کے اصولوں کے مطابق تھیں۔ یہ جنگیں صرف اس وقت لڑی گئیں جب دشمن نے اسلامی ریاست پر حملہ کیا یا معاہدات کی خلاف ورزی کی۔

ان جنگوں کے نتیجے میں اسلامی ریاست کے اندر امن و امان کا قیام ہوا، مظلومین کی حفاظت ہوئی، اور اسلامی اصولوں کے مطابق عدل و انصاف قائم ہوا۔

اسلام مخالف اقوام کے اصولِ حرب اور نقضِ امن:

اسلام مخالف اقوام نے اپنی غاصبانہ پالیسیوں اور ہتھکنڈوں سے امن عامہ کو نقصان پہنچانے کی کوشش کی۔

أ. رومیوں نے متعدد مواقع پر مسلمانوں کے ساتھ کیے گئے معاہدات کی خلاف ورزی کی۔ جنگ موتہ اور جنگ یرموک اس کی مثالیں ہیں جہاں مسلمانوں کو دفاعی جنگیں لڑنی پڑیں۔

ب. ایرانیوں نے بھی اسی طرح کے حربے استعمال کیے اور اسلام کے خلاف پروپیگنڈا کیا۔ یہ حربے صرف طاقت کے استعمال تک محدود نہیں تھے بلکہ نفسیاتی جنگ اور داخلی انتشار پیدا کرنے کے مختلف طریقے استعمال کیے گئے تھے۔ اسلام مخالف اقوام کے ان حربوں نے نہ صرف امن عامہ کو نقصان پہنچایا بلکہ اسلامی ریاستوں کو دفاعی جنگوں پر مجبور کیا۔

ج. دور رسالت کے غزوات و سرایا کی مجموعی تعداد 88 ہے۔ اگر ان لڑائیوں کو جارحانہ اور اقدامی تسلیم کیا جائے تو بھی ان میں مقتولین کی مجموعی تعداد 1018 (ایک ہزار اٹھارہ) ہے اور 82 (بیاسی) پر ان کو تقسیم کرنے سے فی جنگ 12.414 (بارہ اعشاریہ چار سو چودہ) اوسط نکلتا ہے۔ قیدیوں کی مجموعی تعداد 6564 (چھ ہزار پانچ سو چونسٹھ) ہے جو جزیرہ نما عرب کی وسعت کے مقابلہ میں ہیچ ہے اور چوں کہ ان کی تعداد کے اندر بڑی تعداد 6000 (چھ ہزار) ایک ہی غزوہ حنین کی ہے (جو کہ بعد میں تمام آزاد کر دیے گئے) اس لیے باقی جنگوں میں اسیرانِ جنگ کا اوسط 7 (سات) رہتا ہے۔ اس کے بالمقابل زمانہ گزشتہ کی دو عظیم جنگیں اور ان کی ہلاکت خیزیوں اور تباہیوں کا اندازہ لگایئے جو صرف چھوٹی سلطنتوں کو آزاد کرانے کی غرض سے لڑی گئی تھیں۔ مقتولین، مجروحین کی تعداد ساٹھ ستر لاکھ سے متجاوز ہے۔

د. اہل دنیا کی لڑائیوں کا ذکر ایک طرف رکھیں اور ان کی مقدس و مذہبی لڑائیاں دیکھ لی جائیں تو متحدہ ہندوستان کے مقتولین کی تعداد کروڑوں سے کم نہیں۔

ہ. یورپ کی مقدس مذہبی انجمنوں نے جس قدر نفوس ہلاک کیے، ان کی تعداد لاکھوں سے متجاوز ہے۔[19]

عصر حاضر میں جہاد کے نام پر فساد فی الارض:

دور حاضر میں اسلامی جہاد کے نام پر جو ایک نیا فساد برپا ہے، اس نے اسلامی تشخص کو عالمی سطح پر بڑے نقصان سے دوچار کیا ہے۔ جس کے نتیجے میں مسلمانوں کی ساکھ شدید متاثر ہوئی ہے۔ اسلام میں جہاد کا حقیقی مقصد ظلم کے خلاف دفاع کرنا اور امن کا قیام ہے۔ مگر مبینہ دہشت گرد تنظیموں اور گروہوں نے اپنے گمراہ کن رویوں سے جہاد کو خون خرابے کا نام دینے کے نظریے کو خوب پروان چڑھایا۔ ان کا مقصد عام

عوام کے بیچ خود کو اڑا دینا اور جنت میں پہنچ جانا ہی اسلامی جہاد ٹھہرا۔ یہ تشریح جہاد کے نام پر جب دنیا کے سامنے پیش ہوئی تو مسلمان جہاں گیا دہشت گرد ٹھہرا دیا گیا۔

جبکہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی تعلیمات میں یہ بات واضح ہے کہ جہاد کا مقصد دفاع اور عدل کی بحالی ہے نہ کہ معصوم لوگوں کا قتل کر کے ظلم وبربریت کا راج قائم کرنا۔

عالم اسلام کو اس وقت جہاد کے اعتبار سے ایک بڑے چیلنج کا سامنا ہے۔ جہاد کی تشریح بنام دہشت گردی جب اغیار کے سامنے گئی اور انہوں نے نظریں پھیرنی شروع کیں تو مسلمانوں نے خود پر سے دہشت گردی کا لیبل ہٹانے کے لیے جہاد سے منہ موڑنا شروع کر دیا۔

اسی کا نتیجہ ہے کہ فلسطین آج مظلومیت کی انتہائی صورتحال سے دوچار ہے۔ ان کی تکلیف مسلمانوں کے سینوں میں خنجر کی طرح چبھتی ہوئی تو محسوس ہوتی ہے مگر عالم اسلام کے ایوانوں پر قابض حکمران اس صورتحال سے نبرد آزما ہونے کے اصول بنانے میں فالج زدہ نظر آتے ہیں۔

ایسے میں مسلمان علماء دانشور اور رہنما طبقے کو چاہیے کہ وہ دنیا کے سامنے اسلام کی وہ حقیقی تصویر پیش کریں جس سے گمراہ کن تعبیروں کے سارے جالے ہٹ جائیں اور جہاد کی حقیقی تصویر دنیا کے سامنے پیش ہو سکے۔

مذکورہ حقائق کا تجزیہ:

گزشتہ مندرجات کو اگر سمیٹا جائے تو کل چار نکات کے تحت گفتگو پیش کی گئی ہے۔ تلخیص اور تجزیہ ساتھ ساتھ ملاحظہ ہو:

1۔ پہلا نکتہ اسلام میں جہاد کا نظریہ سے متعلق ہے، جس کے مطابق جہاد کی اصل غایت معاشرے کی اصلاح اور انسانی حقوق کا تحفظ ہے۔ یہ نظریہ انسانی فطرت سے مکمل طور پر ہم آہنگ ہے۔ اسلام میں قانونِ جنگ فطرت کے عین مطابق ہے۔ قانونِ فطرت میں یہ بات شامل ہے کہ جب کبھی انسانیت پر ظلم ہو اس کے خلاف کھڑا ہو، مظلوموں کی حمایت کے لیے پُرزور کوشش کرکے امن کے باب میں حصہ ڈالے۔ جب صلح ومصالحت کی ساری تدبیریں بے کار ہو جائیں تو جہاد ہی ایک ایسا راستہ ہے جس کے ذریعے معاشرہ ظلم وجبر کی فضا سے پاک ہو کر امن کا گہوارہ بن سکتا ہے اور انسانی فلاح وبہبود کو فروغ دیا جا سکتا ہے۔

2۔ دوسرے نکتے میں خیر القرون سے اب تک کی جنگی حالات پر طائرانہ نظر ڈال کر جائزہ لیا کہ اسلام میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانے میں اور صحابہ رضی اللہ عنہم اور بعد کے زمانوں سے لے کر آج تک اسلامی جنگوں کے کیا حالات رہے۔ خیر القرون کی جنگوں نے کس طرح امن وسلامتی کو یقینی بنانے میں بنیادی کردار ادا کیا اور ان جنگوں کا مقصد کبھی بھی تسلط یا ذاتی مفاد نہیں رہا بلکہ ان کا مقصد یہی تھا کہ فتنہ فساد ختم کر کے معاشرے میں انصاف اور عدل قائم کیا جائے یہ جنگیں ایسی جدوجہد سے عبارت تھی جس کے نتیجے میں معاشرے میں حقوق کا تحفظ کیا گیا اور بگڑتی صورتحال کو ختم کر کے امن کی فضا قائم کی گئی۔

3۔ تیسرا نکتہ آشکار کرتا ہے کہ اسلام مخالف قومیں جب اپنے مقرر کردہ حرب وضرب کے اصولوں کے تحت میدان میں آئیں تو انہوں نے محض تسلّط، ظلم اور استحصال کو ہی مقصد بنایا۔ ان اقوام نے نقضِ امن میں بھرپور کردار ادا کیا، جو کہ تاریخ کے اوراق میں ثبت ہے۔ اس کے مقابلے میں اسلام کی فتوحات اور جنگوں نے یہ بات ثابت کی کہ اعلانِ جہاد ہمیشہ انسانیت کی فلاح، عدل اور رواداری کو فروغ دینے کے لیے ہی کیا جاتا ہے۔

4۔ چوتھا نکتہ ان اسباب پر روشنی ڈالتا ہے کہ عصر حاضر میں کس طرح جہاد کے نام پر فسادات برپا کیے جا رہے ہیں، جہاد جیسے مقدس نظریے کو اپنے ذاتی اور سیاسی مفادات کے لیے استعمال کر کے دنیا بھر میں اسلامی تشخص کو نقصان پہنچایا جا رہا ہے ان گمراہیوں نے نہ صرف اسلامی معاشرے کی روح کو مجروح کیا ہے بلکہ عالمی سطح پر امن و سلامتی کو بھی خستہ حال کر دیا ہے۔

سفارشات و تجاویز:

- علماء دانشور اور مذہبی طبقوں کو چاہیے کہ جہاد کی حقیقی اور جامع نظریے کی وضاحت مسلسل کرتے رہیں تا کہ مسلمان نوجوان اس مقدس فریضے کی اصل روح سے غافل نہ ہونے پائیں۔
- معاشرتی سطح پر اسلامی تعلیمات کی روشنی میں ایسی تربیت فراہم کرنے کی ضرورت ہے جس میں جہاد کو تعمیری جدوجہد کے طور پر پیش کیا جائے تا کہ ہر مسلمان اس نظریے کو درست کر سکے کہ جہاد کا مقصد ظلم کے خلاف کھڑے ہو کر امن قائم کرنا ہے۔
- مختلف اقوام اور بین المذاہب میں تسلسل کے ساتھ اس طرح کی کانفرنسز کو فروغ دیا جائے جس میں جہاد کی اصل حقیقت دنیا کے سامنے لا کر دنیا کو بتایا جائے کہ اسلام ایک امن پسند مذہب ہے اور جہاد کا حکم دہشت گردی کے زمرے میں ہرگز نہیں آتا بلکہ یہ امن و سلامتی تک پہنچنے کا انتہائی قدم ہے۔
- اسلامی تاریخ کے روشن ادوار کا مطالعہ کرنے کا شوق نوجوانوں میں بیدار کیا جائے۔ جس کے لیے ایسی مجالس اور کانفرنسز قائم ہوتی رہیں جس میں اسلامی تاریخ کے درخشاں باب بیان کیے جاتے رہیں اور ان کے ضمن میں اس روح کو بیدار کیا جائے کہ جہاد کا اصل مقصد امن قائم کرنا ہے نا کہ انسانی جانوں کو نقصان پہنچانا۔
- امت مسلمہ کے حکمران طبقے کو چاہیے کہ وہ اپنے فرائض منصبی سے غافل ہرگز نہ ہوں۔ وہ امن کی بحالی کی کے لیے کوشاں رہیں۔ نہ تو بزدل بنیں کہ اپنے بھائیوں کے گلے کٹتے دیکھتے رہیں اور ان کے کانوں پر جوں تک رینگے اور نہ ہی خانہ جنگیوں کو ہوا دیں کہ امن سبوتاژ ہو کر رہ جائے۔

This work is licensed under a Creative Commons Attribution 4.0 International License

حوالہ جات

[1] المعجم الوسیط، مکتبۃ الشروق الدولیۃ، مجمع اللغۃ العربیۃ، جمہوریۃ مصر العربیۃ، الطبعۃ الرابعہ، 1425ھ ,مادہ: ح، ر، ب، ص:163،

Al-Muʿjam al-Wasīt, Maktabat al-Shurūq al-Duwaliyyah, Majmaʿ al-Lughah al-ʿArabiyyah, Jumhūriyyat Miṣr al-ʿArabiyyah, 1425H،Root Wotds: ح-ر-ب, Page 163,

[2] ابن عابدین شامی، محمد اٰمین بن عمر بن عبد العزیز عابدین، فتاویٰ شامی (حاشیہ کتاب الجہاد). بیروت، دار الکتاب العلمیہ، 1994ء، جلد6، صفحہ 193

Ibn Abidin Shami, Muḥammad Amīn ibn ʿUmar ibn ʿAbd al-ʿAzīz Abidin, Fatāwā Shāmī (ḥāshiya kitāb al-jihād). Bayrūt: Dār al-Kitāb al-ʿIlmiyya, 1994, V 6, P 193,

[3] المعانی. "بذیل مادہ: ج۔ھ۔د

Al-Maʿānī." Badhil mādda: ج۔ھ۔د

[4] جامعہ علوم اسلامیہ علامہ محمد یوسف بنوری ٹاؤن. "فتویٰ نمبر: 144406101904." دارالافتاء.

Jamia Ulūm Islāmiyya ʿAllāma Muḥammad Yūsuf Banūrī Town. "Fatwā Number: 144406101904." Dār al-Iftāʾ.

[5] قرآن مجید، سورۃ العنکبوت: 20

.Qurʾān Majīd, Sūrat al-ʿAnkabūt, 20:69

[6] عثمانی، محمد تقی، آسان ترجمہ قرآن، سورۃ العنکبوت، آیت 69، مکتبہ معارف القرآن، 2007، دسمبر. کراچی، ج2، ص1217

thmānī, Muḥammad Taqī, āsān tarjuma Qurʾān, J 2, Ṣ 1217, Sūrat al-ʿAnkabūt, āyat 69, Maktabah Maʿārif al-Qurʾān, 2007, Dīsmbar, Karāchī

[7] ایضا

Ibid

[8] قرآن مجید، سورۃ البقرہ، 2:190

.Qurʾān Majīd, Sūrat al-Baqarah, 2:190

[9] قرآن مجید، سورۃ النساء، 4:95

.Qurʾān Majīd, Sūrat al-Nisāʾ, 4:95

[10] قرآن مجید، سورۃ الحج، 22:39

Qurʾān Majīd, Sūrat al-Ḥajj, 22:39

[11] عثمانی، محمد تقی، آسان ترجمہ قرآن، سورۃ الحج، آیت 40، مکتبہ معارف القرآن، 2007، دسمبر، کراچی، ج2، ص1026

Uthmānī, Muḥammad Taqī, āsān tarjuma Qurʾān, , Sūrat al-Ḥajj, āyat 40, Maktabah Maʿārif al-Qurʾān, 2007, Dīsmbar, Karāchī, V 2, P1026

[12] قرآن مجید، سورۃ النساء، 4:75

Qurʾān Majīd, Sūrat al-Nisāʾ, 4:75

[13] قرآن مجید، سورۃ الحج، 22:40

Qurʾān Majīd, Sūrat al-Ḥajj, 22:40

[14] قرآن مجید، سورۃ التوبہ، 9:111

Qurʾān Majīd, Sūrat al-Tawbah, 9:111

[15] البخاری، محمد بن اسماعیل بن ابراہیم بن مغیرہ البخاری. صحیح البخاری۔ حدیث نمبر 2810۔ ریاض: دارالسلام، 1999

Al-Bukhārī, Muḥammad ibn Ismāʿīl ibn Ibrāhīm ibn Mugīra al-Bukhārī (wafāt 256 H/870 CE). Ṣaḥīḥ al-Bukhārī. Ḥadīth Number 2810. Riyāḍ: Dār al-Salām, 1999

[16] البخاری، محمد بن اسماعیل بن ابراہیم بن مغیرہ البخاری، صحیح البخاری۔ حدیث نمبر 2442۔ ریاض: دارالسلام، 1999

Al-Bukhārī, Muḥammad ibn Ismāʿīl ibn Ibrāhīm ibn Mugīra al-Bukhārī (wafāt 256 H/870 CE). Ṣaḥīḥ al-Bukhārī. Ḥadīth Number 2442. Riyāḍ: Dār al-Salām, 1999

[17] ابو داؤد، سلیمان بن الاشعث السجستانی,. سنن ابی داؤد۔ حدیث نمبر 2614۔ ریاض: دارالسلام، 2008

Abū Dāwūd, Sulaymān ibn al-Ashʿath al-Sijistānī, Sunan Abī Dāwūd. Ḥadīth Number 2614. Riyāḍ: Dār al-Salām, 2008

[18] قرآن مجید، سورۃ الأنفال، 8:19

Qurʾān Majīd, Sūrat al-Anfāl, 8:19

[19] قاضی محمد سلیمان سلمان منصور پوریؒ، رحمۃ للعالمین، مرکز الحرمین الاسلامی، ج: ۲، ص ۴۶۴،

Qāḍī Muḥammad Sulaymān Salmān Manṣūr Pūrī, raḥmatu lil-ʿālamīn, , Markaz al-Ḥaramayn al-Islāmī ،V 2, p 464